تلخیص و ترجمہ

کاکیشیا کے مسلمان

ایک سیاح کے تاثرات

کاکیشیا کا رقبہ، بحرِ اسود سے بحرِ قزوین تک، وادیٔ نیل (مصر) سے قریباً ۹ گنا بڑا ہے۔ اس سرزمین سے تیس ملین ٹن (ملین = ۱۰ لاکھ ٹن = ۲۸ من) سالانہ پٹرول نکلتا ہے، باکو میں اس تیل کے کنوئیں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

کاکیشیا میں صدہا نسلیں آباد ہیں۔ اس جگہ ان خاندانوں کا ذکر کرنا مقصود ہے جو ترکی، کردی یا ایرانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی اس خطہ میں ۱۵ لاکھ ہے، اس میں دس لاکھ ان خاندانوں کی اولاد ہے جو اوائلِ اسلام میں مسلمان ہوئے تھے اور پانچ لاکھ وہ ہیں جو ۱۹۰۵ء کے بعد مسلمان ہوئے تھے جب روس نے قبولِ مذہب کی آزادی کا اعلان[1] کیا تھا۔ یہ یہاں کے اصلی باشندے ہیں، اور ان میں بڑی تعداد انجاز نسل کی ہے۔

کاکیشیا کے ان مسلمانوں کی بڑی تعداد پہاڑوں یا دامنِ کوہ میں آباد ہے۔ ان کی معاشرت ان کے ہمسایہ عیسائیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ آذربیجان کے لوگ باکو کے اطراف میں پٹرول کے چشموں کے آس پاس آباد ہیں۔ ان میں اکثریت ایرانی نسل کے لوگوں کی ہے۔ جو ترکی اور فارسی سے مرکب ایک بان بولتے ہیں۔ ان کے منہ پر وہ رونق نہیں پائی جاتی ہے جو وہاں کے پہاڑی مسلمانوں کے چہروں پر پائی

---

[1] ۱۸۷۸ء میں کنسٹنٹائن دوم نے ایک فرمان کے ذریعہ بت پرستوں کو جبراً عیسائی بنایا تھا۔ ۱۹۰۵ء کا مذہبی آزادی کا اعلان غالباً اسی کا ردعمل تھا۔ ۱۹۰۵ء سے قبل روس میں ارتھوڈکس فرقہ کے سوا کسی اور مذہب کو قبول کرنے کی اجازت نہ تھی، شاہی خاندان اسی فرقہ کا پیرو تھا۔

جاتی ہے، اور نہ ان کی طرح یہ سرخ و سفید ہوتے ہیں۔ ان میں شیعوں کی تعداد زیادہ ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ کاکیشیا کے لوگوں نے ہمیشہ اپنی آزادی کو طاقت سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی حفاظت میں اپنی جانوں تک سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اسی آزادی کا بے خودانہ جذبہ تھا کہ وہ روس جیسی طاقت سے ہمیشہ ٹکراتے رہے۔ اور اس وقت تک روسی نظام سے اشتراکِ عمل نہیں کیا جب تک انھیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ ان کی آزادی محفوظ ہے۔ اور کاکیشیا اس نظام میں ایک آزاد خطہ کی حیثیت کا مالک ہوگا۔

پہاڑی باشندوں کی طرح ان میں بھی مابہ الامتیاز وصف یہ پایا جاتا ہے کہ جب کوئی اجنبی انسان ان کے ہاں آنکلتا ہے تو پہلے کچھ کھٹکتے ہیں اور جب اس کی طرف سے پورا اطمینان ہو جاتا ہے تو اس کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، میں نے ایک ٹٹو پر کاکیشیا کے سرسبز ٹیلوں کو قطع کیا تھا اور پرفضا مقامات کی سیاحت کی تھی، مجھے کئی دنوں تک یہاں کسی آدم زاد کی شکل دکھائی نہ دیتی تھی، جگہ جگہ اونچے اونچے ٹیلے اور غار تھے، جن کا سلسلہ قیامت کے دامن سے وابستہ معلوم ہوتا تھا۔ اسی دوران میں دور سے ایک گاؤں نظر پڑا، اس کی صفائی اور قدرتی مناظر سے میں بے حد متاثر ہوا۔ میں نے سلام علیکم سے وہاں اپنی تقریب کرائی۔ اس کلمہ کو سنکر فوراً گاؤں کا چودھری میری پیشوائی کو بڑھا، یہ ایک قدآور انسان تھا جس کی عمر ۵۰ برس سے زیادہ تھی، یہ شخص اور کوٹ پہنے تھا، سر پر بڑی سی بکرے کی کھال کی ٹوپی تھی، اور کمر سے بہت سے ہتھیار بندھے تھے جن میں پستول اور خنجر خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس نے مستفسرانہ انداز میں میری طرف دیکھا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ میں استنبول سے آرہا ہوں، یہ سنکر وہ بے حد خوش ہوا اور مجھے اپنے کمرہ میں لے گیا۔

اس کمرہ کا فرنیچر صرف لکڑی کے چند تختوں پر مشتمل تھا، کمرہ میں لیجا کر اس نے مجھے گرم گرم چائے پلائی، یہ بن دودھ کی چائے تھی، ان کے چائے پینے کا یہ انداز تھا کہ ذرا سی مصری کی ڈلی دانت سے کاٹ لی اور اس کے اوپر ایک چائے کا گھونٹ پی لیا۔ مغرب کے وقت چند تاتاری لڑکے جن کے بشرہ سے

شجاعت ٹپکتی تھی، چراغ لیکر آئے، یہ چراغ سخت ہوا سے بھی نہیں بجھتے تھے، اس کے بعد شام کے کھانے کے لئے دستر خوان چنا گیا، کھانا نہایت پرتکلف تھا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تھے کہ موذن نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دی، اس علاقہ میں مسجدوں میں گنبد یا منارے نہ تھے۔ نماز جس قاری نے پڑھائی وہ نہایت اچھا قرآن پڑھتا تھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ شخص جزیرہ عرب میں رہ چکا تھا اور تجوید کی تعلیم کیلئے شام بھی گیا تھا، اس نے چند سال مسلم یونیورسٹی قازان (روس) میں رہ کر اپنی مذہبی تعلیم پوری کی تھی۔ یہاں ایک بہت بڑی تعداد ان ائمہ مساجد کی پائی جاتی ہے جنھوں نے دنیا کے مختلف گوشوں میں مذہبی تعلیم حاصل کی ہے۔

صبح کے وقت میرے پاس چائے آئی، اس کے ساتھ تھوڑا سا جما ہوا دودھ بھی تھا، یہ میری زاد راہ کا سامان تھا، گاؤں سے باہر لوگوں کو دیکھا کہ وہ کاشتکاری میں منہمک ہیں۔ یہاں گیہوں اور جو کی کاشت ہوتی ہے، اس کے ماسوا ریشم کے کیڑوں کی بھی پرورش کی جاتی ہے۔ دامنِ کوہ میں مسلمان عورتیں سرخ چادریں اوڑھے ہوئے کھیتی کے کام میں اپنے مردوں کے ہاتھ بٹا رہی تھیں، چند نوخیز لڑکیاں پہاڑی نالیوں پر بیٹھی ہوئی کپڑے دھو رہی اور اپنے قومی گیت گا رہی تھیں، یہ ان کی زندہ دلی کا مظاہرہ تھا، ان کے حسین چہرے بے نقاب تھے، اور شرم وغیرت نے ان کی رونق کو دوبالا کردیا تھا، لڑکیاں رنگ برنگ کی ٹوپیاں اوڑھے تھیں جن میں چاندی کے پتر لگے ہوئے تھے اور ان پتروں نے ان کی جبینوں کو ڈھک رکھا تھا

اسی اثناء میں یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ چند سوار گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے میرے پاس پہنچے میں اس خیال سے کانپ گیا کہ شاید یہ چور، ڈاکو ہیں۔ میری یہ سراسیمگی کی حالت دیکھ کر یہ سوار ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ میں بھی کھسیانی سی ہنسی ہنسنے لگا۔ یہ سوار قریب کے ایک بازار سے آرہے تھے۔ یہاں کے لوگوں کے ہاتھ میں نقد دام بہت کم ہوتے ہیں۔ ریشم بیچنے کے بعد جب کبھی پیسہ ان کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ ٹھیرتا نہیں ہے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے اپنی شہ سواری کا میرے سامنے مظاہرہ کیا۔ اس نے

گھوڑے کے ایڑھ ماری اور نڈر ہو کر نیچے پہاڑ کی طرف گھوڑے کا رخ پھیر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ضرور کسی غار کے منہ میں جائے گا۔ اس شخص نے ایک ہزار قدم کی بلندی سے گھوڑے کو نیچے چھوڑا تھا۔

یہ چاندنی رات میں نے اسی پہاڑی مقام پر بسر کی۔ اس شب کو یہاں مجھے ایک شادی کی محفل میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا، اس شادی میں بہت سی رسوم ادا کی گئیں، جو ان پہاڑیوں میں موروثی چلی آتی تھیں اور نہایت عجیب وغریب تھیں۔ اس میں ناچ بھی بہت دلچسپ تھا، اس جشن میں جب ہم شام کا کھانا کھانے بیٹھے تو ایک شخص نے حسب حال عشقیہ اشعار گانا شروع کئے اور یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہ گانا اتنا پاکیزہ اور حظ انگیز تھا کہ اس چاندنی رات میں وہاں کی ہر چیز وجد کرتی دکھائی دیتی تھی، یہ اشعار آزادی سے والہانہ محبت اور مقامی مناظر کی تعریف میں ہوتے تھے، اور انھیں سنکر ہر فرد پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی!

یہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ کاکیشیا کے مسلمان اپنے مذہب اور اپنی قومی آزادی سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں۔ (المستمع العربی)